یادِ رفتگاں

از

علامہ سید سلیمان ندوی

مجلس نشریاتِ اسلام

۱-کے-۳ ناظم آباد مینشن ○ ناظم آباد ۱ ○ کراچی ۱۸

سلسلہ مطبوعات ۶۴ء

یادِ رفتگاں

از:-
علامہ سید سلیمان ندوی ؒ

ناشر:-
فضلِ ربی ندوی

مجلسِ نشریاتِ اسلام
۱- کے - ۳ ، ناظم آباد مینشن ، ناظم آباد ۱ ، کراچی ۱۸

کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی،

عجیب بات یہ ہے کہ جونپور میں وہ بالکل مسافرانہ وارد تھے، لیکن حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد خلفاء مجازین اور صحبت یافتہ بغیر کسی ظاہری داعیہ کے عین وقت پر پہنچ گئے۔ انہی میں سے ایک نے یٰسین پڑھی، ایک نے غسل دیا، ایک نے نماز جنازہ پڑھائی اور سب نے پڑھی اور ۲ دو نے قبر میں اتارا، جونپور ہی میں محلہ رضوی خان کی ایک اکبری مسجد کے عقب میں ۲ بجے رات کو تدفین عمل میں آئی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اپریل ۱۹۴۴ء

حضرت مولانا الیاس کاندھلوی

افسوس ہے کہ ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ کی صبح کو مولانا الیاس صاحب کاندھلوی مقیم بستی نظام الدین دہلی نے چند ماہ کی علالت کے بعد بستی نظام الدین دہلی میں انتقال فرمایا، وہ اس عہد میں ان نفوس قدسیہ کی مثال تھے، جن کے دم قدم سے ہندوستان میں اسلام کا چراغ روشن ہوا، ان کا وجود اس دعوٰی کی کہ ہندوستان میں اسلام بادشاہوں کے تیغ و خنجر کے سایہ میں نہیں بلکہ بے نوا فقیروں کے فیض و برکات کے زیر سایہ بڑھا اور پھلا پھولا ہے، سب سے تازہ دلیل ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی قبر پر اپنی رحمت کے پھول برسائے۔

پایۂ تخت دہلی کے اردگرد ہزاروں میواتی جن کی تعداد کم و بیش پچاس لاکھ تک پہنچ جاتی ہے سینکڑوں برس کے شاہانہ جاہ و جلال اور رعب و ہیبت کے باوجود ایسے ہی نو مسلم تھے جو اسلام کے بجائے بت پرستی سے زیادہ قریب تھے اور ۱۹۰۷ء سے لے کر پچھلے آریہ فتنہ تک اُن کے ارتداد کا خطرہ ہمیشہ مسلمانوں کا دامنگیر رہتا تھا۔ حضرت مولانا نے نہایت خاموشی کے ساتھ صرف اپنے مخلصانہ سادہ طریق اور صحیح اصول دعوت کے ذریعہ پچیس برس کی انتھک محنت میں ان کو ان خالص و مخلص مسلمانوں کی صورت میں بدل دیا، جن کے ظاہر و باطن پر خاندانی مسلمانوں کو بھی رشک آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوش خبری سنائی ہے کہ قیامت تک امت محمدیہ میں سے ایک جماعت حق پر استوار اور قائم اور غالب قوت کے ساتھ دنیا میں موجود رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ

نفس پر نہ چھوڑے) نکلتی تھی اور ان کے فقر و التجا الی اللہ کی کیفیت کو ظاہر کرتی تھی، وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہتے تھے اور ان میں کسی قسم کا امتیاز نہیں چاہتے تھے وہ لکھنؤ سے کانپور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تھرڈ کلاس میں سوار تھے ۔ ان کے بعض معتقد فرسٹ کلاس میں سوار تھے، بھیڑ کا یہ عالم تھا کہ تھرڈ میں تو ہلنا، بلکہ اپنی جگہ سے نکلنا بھی مشکل تھا، سیکنڈ میں بیٹھنے کی جگہ تھی، مگر اندر جانے کی جگہ نہ تھی، فرسٹ میں گنجائش تھی ہر اسٹیشن پر کوشش کی گئی کہ مولانا نکل کر فرسٹ میں چلے آئیں، مگر منظور نہیں فرمایا، آخر کانپور کے قریب پہنچ کر ظہر کی نماز یا اور کسی ضرورت کی بنا پر اس درجہ میں داخل ہوئے۔

لکھنؤ کے قیام میں ایک دفعہ ایک دوست کے ہاں عصر کے وقت چائے کی دعوت تھی، پاس کوئی مسجد نہ تھی، اُن کی کوٹھی ہی میں نماز باجماعت کا سامان ہوا خود کھڑے ہو کر اذان دی، اذان کے بعد مجھ سے ارشاد ہوا کہ نماز پڑھاؤ، میں نے معذرت کی تو نماز پڑھائی، نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا، بھائیو! میں ایک ابتلا میں گرفتار ہوں، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نکالیں، جب سے میں یہ دعوت لے کر کھڑا ہوا ہوں لوگ مجھ سے محبت کرنے لگے ہیں، مجھے یہ خطرہ ہونے لگا ہے کہ مجھ میں اعجابِ نفس نہ پیدا ہو جائے، میں بھی اپنے کو بزرگ نہ سمجھنے لگوں، میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس ابتلا سے بسلامت نکال لیں، آپ بھی میرے حق میں دعا فرمائیں۔

مجھے کبھی بستی نظام جانے اور ان کی مسجد میں قیام کرنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر جانے والوں سے سُنا کہ پچھلے پہر رات کا سماں بڑا موثر ہوتا تھا، دن کے سپاہی رات کے راہب بن جاتے تھے، ہر طرف سے تہجد گزاروں اور ذاکروں اور تسبیح خوانوں کی آوازیں بلند ہوتی تھیں، کوئی سجدہ میں ہوتا تھا تو کوئی رکوع میں، کوئی گریہ و بکا میں تھا، تو کوئی دعاؤں میں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سچائی کا ایک آفتاب کیونکر متعدد ذروں کو اپنے پاس

کھینچ کر روشن بنا دیتا ہے۔

مولانا کا جسمانی ضعف، پھر شب و روز کی یہ محنت اور دعوت کے کاموں میں ہمہ وقت کا یہ شدید انہماک، اور آرام و راحت کی ہر تدبیر سے کامل اعراض نے ادھر ان کو ضعیف بنا دیا تھا، مہینوں سے پیچش اور اسہال کا عارضہ پیدا کر دیا تھا اور ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا، ہر علاج ناکام رہا، مگر اس حالت میں بھی کام کے انہماک اور دعوت کے جوش کا وہی عالم تھا، آخر میں یوں تو نشست و برخاست دشوار ہو گئی تھی، سہارے سے اٹھتے بیٹھتے تھے، مگر اس حالت میں بھی نماز باجماعت کا اہتمام اخیر تک رہا، بلکہ فرض نماز کھڑے ہو کر ادا فرماتے رہے اور خدا جانے اس وقت اُن کے اندر کہاں سے طاقت آجاتی تھی۔

اس زمانہ میں جو لوگ اُن سے ملنے اور اُن کو دیکھنے گئے، سب نے اُن کی بڑی پر تاثیر کیفیتیں بیان فرمائی ہیں، برادر عزیز مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی کی تحریر اخباروں میں آچکی ہے۔ یہ اخیر وقت تک مولانا کے ساتھ تھے، دوسری تحریر مولانا ظفر احمد صاحب نے لکھ کر بھیجی ہے، جو "تبصرۃ الناس فی ترجمہ الیاس" کے نام سے الگ چھپے گی اور اپنے اس مضمون میں بھی میں نے اس سے استفادہ کیا ہے، یہ بھی اخیر زمانہ میں مولانا سے ملے تھے اور اس زمانہ کے احوال و تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے مسلمانوں کو نفع روزی فرمائے۔

۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ (۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء) کو وفات پائی اور اسی مقام بستی نظام الدین کی مسجد کے صحن کے باہر جنوبی و مشرقی گوشہ میں اپنے والد و برادر معظمؒ کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

چپہ چپہ ہے واں گوہر یکتا تہِ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

ذیل میں ہم تبرکاً اس خانوادہ کا پورا سلسلہ درج کرتے ہیں۔

(شجرۂ نسب اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)